

سیاستدان فوج کی راہ ہموار کرتے ہیں

تحریر: سہیل احمد لون

ویسے تو میں اس بات پر بالکل کلیئر ہوں کہ پٹھانوں اور سکھوں کے خلاف لطیفے بنانے کا باقاعدہ سیل انگریزوں نے بنایا جس کا بنیادی مقصد دو جنگجو قوموں کو مسخرہ یا کم عقل بنا کر مشترکہ ہندوستان کی عوام کے سامنے پیش کرنا تھا لیکن غلطی عام اور غلطی عوام نے اس کو روایت بنا دیا ہے اور انگریزوں کے جانے کے بعد بھی یوں محسوس ہوتا ہے کہ فورٹ ولیم کالج میں تشکیل دیا جانے والا بھانڈوں پر مشتمل سیل آج بھی کہیں نہ کہیں کام کر رہا ہے۔ لطیفہ سننا اور سنانا عام سی بات ہے۔ وزیر آباد کے ایک کالم نویس کی توجہ شہرت اور ناموری ہی لطائف ہیں جن سے وہ قارئین کو مسرور اپنے قائدین کو مسخور اور عوام کو خوابیدہ رکھتا ہے۔ میں اپنے اس کالم میں مجبوراً یہ لطیفہ شامل کر رہا ہوں اور اس کا مقصد صرف اپنی بات سمجھنا ہے نہ کہ کسی قوم یا گروہ کی تذلیل کرنا۔ دوستوں کی محفل میں بیٹھے کسی ایک دوست نے لطیفہ سنایا کہ تقسیم ہند کے بعد گاندھی جی کی قائد اعظم سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا ”جناب ہم سے کبھی پزگا نہیں لینا کیونکہ ہمارے پاس ایسی قوم ہے جو سب کچھ کرنے کے بعد سوچتی ہے کہ اس نے کیا کیا ہے“۔ قائد اعظم نے مسکرا کر جواب دیا ”مجھے فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں میرے پاس بھی ایسی قوم ہے جو سب کچھ کرنے کے بعد بھی نہیں سوچتی کہ اس نے کیا کیا ہے“۔ گاندھی کا اشارہ غالباً سکھوں کی طرف تھا جبکہ قائد اعظم کا پٹھانوں کی طرف!.....

اگر وطن عزیز کی موجودہ حالت دیکھی جائے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہماری عوام میں ایسی خوبی بھی ہے جو ”سکھ یا پٹھان“ دونوں قوموں میں نہیں پائی جاتی۔ ہم میں یہ خاص بات ہے جو شاید کسی قوم میں نہیں کہ ہمارے ساتھ جتنا مرضی غیر انسانی رویہ رکھا جائے، جتنی مرضی زیادتیاں کیں جائیں، بنیادی حقوق کے حصول کیلئے ذلیل و خوار کیا جائے، انصاف کے نام سے کھلوڑا کیا جائے، مذہب کے نام پر نفاق ڈالا جائے، آمر جمہوریت کا ڈھول بجائے، جمہوری حکومتیں آمرانہ دھمال ڈالتی نظر آئیں، غریب بے قصور لوگوں کو دہشت گردی کی بھینٹ چڑھایا جائے اور اشرافیہ، سرمایہ دار اور جرنیل طبقہ خود بلٹ پروف گاڑیوں اور ہائی الرٹ سیکورٹی میں زندگی بسر کریں، غریب اور امیر کے بچوں میں نصاب اور نظام تعلیم کا واضح فرق رکھا جائے، مہنگائی بے روزگاری، لوڈ شیڈنگ، طبی سہولتوں کا فقدان ملک میں سیلابی ریلے کی طرح غریب کا ستیاناس کرتا رہے، ڈینگلی کے خاتمے کی صرف ڈینگلیں ماری جائیں، ریلوے، پی آئی اے، اسٹیل ملز، او جی ڈی سی سمیت تمام بڑے ادارے تباہ کر دیے جائیں، زرعی ملک ہونے کے باوجود آٹا، چینی، چاول کی قلت ہو جائے، آدھا ملک تو گنوا دیا اور باقی ماندہ کے ٹکڑے کرنے کی بین الاقوامی سازشیں ہو رہی ہوں، جس میں ہمارے اپنے نالائق اور بددیانت آقا بھی اپنی وفاداری کا ثبوت دیتے نظر آئیں..... مگر پھر بھی ہماری قوم ٹس سے مس نہیں ہوتی..... یہ نہیں بولتی، یہ دیکھ کر بھی نہیں دیکھتی، یہ سن کر بھی نہیں سنتی، یہ سب کچھ جان کر بھی نہیں سمجھتی، ان سے جیسا مرضی سلوک کرتے جاؤ مگر مجال ہے کہ ان کے صبر کا پیمانہ چھلک جائے۔ یہ اندھے، بہرے، گونگے اور سائیں ملنگ جیسی خصوصیت شاید دنیا میں کسی قوم میں نہ ہوں۔ اس سے بہتر تھا کہ ساری قوم ہی پٹھان ہوتی..... جو کچھ بھی ہونے پر یا

کچھ بھی کر کے بے شک نہ سوچتی کہ اس نے کیا کیا ہے۔ بیکار سے بیگار بھلی..... یعنی کچھ نہ کرنے سے کچھ کرنا بہتر ہوتا ہے۔..... یہ تو جوتے کھا کر بھی یہی کہیں گے قدم بڑھاؤ۔۔۔ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔

ہر قوم کا ایک مزاج ہوتا ہے ہماری قوم کا کیا مزاج ہے؟؟؟ ہم اگر روزمرہ کی زندگی میں دیکھیں تو بعض افراد ایک خاص مزاج کے مالک ہوتے ہیں۔ بعض لوگ نہایت سخت گیر ہوتے ہیں، بعض خود پرست، بعض مغرور اور کچھ حلیم الطبع، کوئی پرسکون اور کوئی ملنسار، اور کوئی منکسر مزاج ہوتا ہے۔ اسی طرح قوموں کا بھی ایک مزاج ہوتا ہے، بلکہ یہ کہنا زیادہ درست ہوگا کہ قوموں کا ایک مزاج بن جاتا ہے۔ قوم کے مزاج کے متعدد پہلو ہو سکتے ہیں۔ جن میں دو قابل ذکر ہوتے ہیں۔ بعض قومیں مزاج کے لحاظ سے جذباتی ہوتی ہیں اور بعض عقلی لحاظ سے۔ جذباتی قومیں وہ ہوتی ہیں جن کے بیشتر افراد اہم فیصلوں میں عقل سے زیادہ جذبات کو استعمال کرتے ہیں۔ عقلی قومیں وہ ہوتی ہیں جن کے افراد جذبات سے زیادہ عقل کو استعمال کرتے ہیں۔ قوموں کا مزاج چند دنوں میں نہیں بنتا بلکہ اس میں صدیاں تک لگ جاتی ہیں۔ جذباتی قوم کی پہچان زیادہ مشکل نہیں ہے اس کی کچھ علامات ہیں۔ مثلاً جذباتی قومیں ان فنون کی طرف زیادہ مائل ہوتی ہیں جن کا تعلق جذبات سے ہوتا ہے۔ یعنی موسیقی، شاعری، مصوری، فن تعمیر وغیرہ اور ان علوم سے اجتناب کرتی ہیں جن کا تعلق عقل سے ہو یعنی فلسفہ، ریاضی، سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، ریسرچ وغیرہ۔ یہ قومیں حال کی تلخ حقیقتوں کو بھولنا چاہتی ہیں اور اس کوشش میں یا تو ماضی کی طرف مائل ہو جاتی ہیں یا مستقبل کی طرف۔ یا تو اپنے درخشندہ ماضی کی حکایات و روایات کا ذکر کرنے پر اکتفا کرتی ہیں اور خوش رہتی ہیں یا پھر کسی آنے والے دور کی امید لگائے بیٹھی رہتی ہیں کہ سب خود بخود ٹھیک ہو جائے گا اور گزرا ہوا سنہری زمانہ پھر لوٹ کر آئے گا۔ پوری قوم ایک قسم کی رومانیت کا شکار ہو جاتی ہے۔ آہستہ آہستہ یہی رومانیت اور جذباتیت قوم کا مزاج بن جاتی ہے۔ ذہنی اور فکری حالت پست ہو جاتی ہے اور قوم معاشی مسائل کا شکار ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ ایک عام بے چینی، الجھن اور عدم تحفظ کا شدید احساس ہوتا ہے لیکن اس کا مداوا سمجھ میں نہیں آتا۔ اگر سمجھ میں آ جاتا ہے تو ایسے علاج سوچے جاتے ہیں جو موجودہ حالات کے لیے ناقابل عمل ہوتے ہیں۔ قوم کبھی ایک سراب کی طرف بھاگتی ہے کبھی دوسرے کی طرف اور جب کبھی پیاس نہیں بجھتی تو جھنجھلا جاتی ہے۔ قوم کا مزاج جب جذباتی ہو جاتا ہے تو اس کے نتائج خطرناک اور دور رس ہوتے ہیں۔ سب سے خطرناک یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ قوم کی فیصلے کی صلاحیت متاثر ہو جاتی ہے۔ فیصلوں میں عقل کم اور جذبات سے زیادہ کام لیا جاتا ہے۔ اکثر صورتوں میں یہ ہوتا ہے کہ فیصلہ پہلے کر لیا جاتا ہے، معلومات اور ان کا تجزیہ بعد میں کیا جاتا ہے۔ یعنی فیصلہ تو کسی جذبے کے تحت کر لیا جاتا ہے اور پھر شعوری اور غیر شعوری طور پر وہی معلومات جمع کیں جاتیں ہیں جو اس فیصلے کی تائید میں ہوں۔ جو حقیقتیں ان کو پسند نہیں ہوتیں ان کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ متبادل امکانات کا تجزیہ صحیح طور پر نہیں کیا جاتا۔ فیصلے کی موافقت اور مخالفت میں دلائل کا معروضی طور پر جائزہ نہیں لیا جاتا۔ نہ اپنی طاقت کا صحیح اندازہ لگایا جاتا ہے اور نہ ہی دشمن کی۔ یہ نہیں دیکھا جاتا کہ ان کے فوری نتائج کا رد عمل کیا ہوگا۔ اسکے بعد عمل اور عمل کا سلسلہ دور تک جاتا ہے۔ فیصلہ کرنے والے تو زندہ یا برسر اقتدار نہیں رہتے مگر اس کا خمیازہ آنے والوں کو بھگتنا پڑتا ہے۔ صحیح فیصلے کرنے کی صلاحیت کبھی مناسب تعلیم و تربیت کے بغیر ممکن نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ تعلیم و تربیت کے ذریعے صحیح معلومات فراہم کیے جاسکتی ہیں اور ان کا تجزیہ کر کے نتائج اخذ کیے جاسکتے ہیں۔ اس لیے تعلیمی نظام اور نصاب

موجودہ دور کے ساتھ ہم آہنگ ہونا بہت ضروری ہے۔

کسی قوم کے مزاج کو انقلاب کے بغیر یکسر تبدیل نہیں کیا جاسکتا۔ انقلاب کے لیے کم از کم ایک عدد رہنماء کی ضرورت ہوتی ہے جو عوام کو قوم بنا کر ان کے شعور کو بیدار کرے ان کو جذباتیت سے نکال کر عقلیت کی طرف لے جائے۔ ہماری عوام اس وقت انہیں مسائل کا شکار ہے۔ ہماری جذباتی قوم کا ٹیلنٹ ایس ایم ایس کرنے میں صرف ہو رہا ہے، قیام پاکستان سے لیکر آج تک ہم کو ایسے رہنمائے جنہوں نے ایسا ماحول دیا کہ لوگوں کا شعور بیدار نہ ہو۔ اس وقت بے حسی کا یہ عالم ہے کہ ہمارے سامنے کوئی خودسوزی کر رہا ہو تو ہم اس کی ویڈیو بنا کر بریکنگ نیوز بنانے کی دوڑ میں اول آنے کے چکر میں یہ بھول جاتے ہیں کہ انسانی جان کی کیا اہمیت ہے؟ بھرے ہجوم کے سامنے نہتے اور معصوم بچوں کو چوڑا ہے پر تشدد اور بربریت کا نشانہ بنایا جاتا ہے اور اس کے بعد ان کی لاشوں کی ایسی ہے حرمتی کی جاتی انسانیت بھی شرمندہ ہو جاتی ہے۔ اس مکروہ عمل کے پیچھے بھی ہماری "جذباتیت" کا فرما ہے جو تحقیق کے بغیر ہی اپنا فیصلہ کر دیتی ہے۔ ہماری اسی جذباتیت کا فائدہ شاید آج کل ہمارے قائدین اٹھارے ہیں اور ملک و قوم کو پھر اسی دور ہے پر لاکھڑا کیا ہے جہاں اب اگر افواج پاکستان نے قومی سلامتی کا ذمہ نہ لیا تو پھر قوم اور سلامتی کہیں کیجا نظر نہیں آئیں گے۔ گو کہ دنیا کی کسی فوج کو اقتدار پر قبضہ کرنے کیلئے کسی کی اجازت کی ضرورت نہیں ہوتی لیکن سیاستدان حالات ایسے ضرور پیدا کر دیتے ہیں کہ عوام فوج کی آس پر اچھے دنوں کی امید کرتے ہیں۔

تحریر: سہیل احمد لون

سرٹن۔ سرے

sohailoun@gmail.com